# مکتوب نگاری

ہم روزانہ اپنے دوست احباب، رشتہ داروں، سرکاری وغیر سرکاری افسران وغیرہ سے حسبِ خواہش و ضرورت بات چیت کرتے ہیں۔ اگر یہی لوگ ہم سے دور ہوں تو ہم اپنی باتیں اُنھیں کاغذ پر لکھ کر بھیج دیتے ہیں۔ اس طرح اپنی گفتگو اور بات چیت کو لکھ کر بھیجنا خطوط نویسی یا مکتوب نویسی کہلاتا ہے۔ خط کو ''نصف ملاقات'' بھی کہتے ہیں کیوں کہ وہ باتیں جو ہم آمنے سامنے نہیں کر سکتے، وہ خط کے ذریعے کی جا سکتی ہیں۔ اس لحاظ سے خط کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔

خطوط نویسی کی تین اقسام ہیں۔ ان میں نجی (رسمی و دعوتی خطوط)، کاروباری اور سرکاری یا دفتری خطوط شامل ہیں۔ صنفِ نثر کے لحاظ سے ادبی اور علمی خطوط بڑے اہم ہوتے ہیں۔ مکتوب نگاری بھی اصل میں عربی و فارسی ہی کے ذریعے اُردو میں منتقل ہوئی۔ اُردو کے ابتدائی دور کی خطوط نویسی کے دور پر نظر ڈالنے سے بخوبی علم ہو جاتا ہے کہ اُردو کس قدر پُر تکلف عبارات، لمبے چوڑے القابات، بناوٹی اور ثقیل الفاظ سے مزیّن تھی۔ مگر سب سے پہلے مرزا غالبؔ نے فرسودہ اور پرانے طرزِ آداب والقاب سے گریز کیا۔ سیدھی سادی زبان میں مکتوب الیہ کو خطاب کیا۔ غالبؔ نے نئی وضع اختیار کرتے ہوئے مراسلے کو مکالمہ بنا دیا۔ غالبؔ کی طبیعت اتنی شگفتہ اور ہمہ جہت تھی کہ اُن کی تحریریں فنی اور لسانی اعتبار سے بلند درجہ اختیار کرتے ہوئے ادبِ عالیہ کا حصہ بن گئیں۔ غالب کے بعد سرسید، محسن الملک، حالیؔ، ابوالکلام آزاد، مولانا شبلی نعمانی، اکبر الٰہ آبادی، علامہ اقبالؒ، پطرس بخاری، رشید احمد صدیقی اور مولوی عبدالحق کے خطوط بھی ادبی دنیا میں اہمیت کے حامل ہیں۔

علامہ اقبالؒ کے خطوط بھی ان کی شاعری کی طرح بہت اہم ہیں۔ اقبالؒ کے خطوط میں اُس عہد کے سیاسی وسماجی حالات کے ساتھ ساتھ ادبی مشاغل کی تفصیل بھی ملتی ہے۔ خطوطِ اقبالؒ کے کئی مجموعے منظرِ عام پر آ چکے ہیں، جن میں شادِ اقبالؒ، مکاتیبِ اقبالؒ، خطوطِ اقبالؒ اور انوارِ اقبالؒ اہم مجموعے ہیں۔



# خطوطِ غالبؔ

(۱)

## بنام مرزا حاتم علی بیگ مہر

مرزا صاحب!

میں نے وہ اندازِ تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہے، ہزار کوس سے بہ زبانِ قلم باتیں کیا کرو، ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو۔ کیا تم نے مجھ سے بات نہ کرنے کی قسم کھائی ہے؟ اتنا تو کہو کہ کیا بات تمہارے جی میں آئی ہے؟ برسوں ہوگئے کہ تمہارا خط نہیں آیا۔ نہ اپنی خیر و عافیت لکھی، نہ کتابوں کا بیورا بھجوایا۔ ہاں، مرزا تفتہ نے ہاترس سے یہ خبر دی ہے کہ پانچ ورق پانچوں کتابوں کے آغاز کے ان کو دے آیا ہوں اور اُنھوں نے سیاہ قلم کی لوحوں کی تیاری کی ہے۔ یہ تو بہت دن ہوئے جو تم نے مجھ کو خبر دی ہے کہ دو کتابوں کی طلائی لوح مرتب ہو گئی ہے۔ پھر اب ان دو کتابوں کی جلدیں بن جانے کی کیا خبر ہے اور ان پانچوں کتابوں کے تیار ہونے میں درنگ کس قدر ہے؟ مہتممِ مطبع کا خط پرسوں آیا تھا، وہ لکھتے ہیں کہ تمہاری چالیس کتابیں بعد منہائی لینے سات جلدوں کے اسی ہفتے میں تمہارے پاس پہنچ جائیں گی۔ اب حضرت ارشاد کریں کہ سات جلدیں کب آئیں گی؟ ہر چند کاریگروں کے دیر لگانے سے تم بھی مجبور ہو، مگر ایسا کچھ لکھو کہ آنکھوں کی نگرانی اور دل کی پریشانی دور ہو۔ خدا کرے ان تینتیس جلدوں کے ساتھ یا دو تین روز کے آگے پیچھے، یہ سات جلدیں آپ کی عنایتی بھی آئیں تا کہ خاص و عام کو جا بجا بھیجی جائیں۔

میرا کلام میرے پاس کبھی کچھ نہ رہا۔ نواب ضیاء الدین خاں اور نواب حسین مرزا جمع کر لیتے تھے۔ جو میں نے کہا اُنھوں نے لکھ لیا۔ اُن دونوں کے گھر لٹ گئے۔ ہزاروں روپے کے کتب خانے برباد ہوگئے۔ اب میں اپنے کلام کے دیکھنے کو ترستا ہوں۔ کئی دن ہوئے کہ ایک فقیر کہ وہ خوش آواز بھی ہے اور زمزمہ پرداز بھی ہے، ایک غزل میری کہیں سے لکھوا لایا۔ اس نے وہ کاغذ جو مجھ کو دکھایا، یقین سمجھنا کہ مجھ کو رونا آیا۔ غزل تم کو بھیجتا ہوں اور صلہ میں اس خط کا جواب چاہتا ہوں۔

غالبؔ (۱۵ تا ۱۸ نومبر ۱۸۵۸ء)

(۲)

# میر مہدی مجروح کے نام

بھائی! کیا پوچھتے ہو، کیا لِکھوں۔ دِلّی کی ہستی منحصر کئی ہنگاموں پر تھی۔ قلعہ، چاندنی چوک، ہر روز بازار مسجد جامع کا، ہر ہفتے سیر جمنا کے پُل کی، ہر سال میلہ پھول والوں کا۔ یہ پانچوں باتیں اب نہیں، پھر کہو دِلّی کہاں؟ ہاں! کوئی شہر، قلمرو ہند میں اِس نام کا تھا۔ نواب گورنر جنرل بہادر پندرہ دسمبر کو داخل ہوں گے۔ دیکھیے، کہاں اُترتے ہیں اور کیوں کر دربار کرتے ہیں۔ آگے کے درباروں میں سات جاگیر دار تھے کہ اُن کا الگ الگ دربار ہوتا تھا۔ جھجر، بہادر گڑھ، بلب گڑھ، فرخ نگر، دوجانہ، پاٹوڈی، لوہارو۔ چار معدومِ محض ہیں، تین جو باقی رہے، اس میں سے دوجانہ، لوہارو تحتِ حکومت ہانسی۔ حصار، پاٹودی حاضر۔ اگر ہانسی حصار کے صاحب کمشنر بہادر ان دونوں کو یہاں لے آئے، تو تین رئیس، ورنہ ایک رئیس بس۔ رہے دربارِ عام والے مہاجن لوگ، سب موجود۔ اہلِ اسلام میں سے صرف تین آدمی باقی ہیں۔ میرٹھ میں مصطفٰی خاں، سلطان جی میں مولوی صدرالدین خان، بلّی ماروں میں سگِ دُنیا موسوم بہ اسد۔ تینوں مردود، مطرود، محروم و مغموم۔

توڑ بیٹھے جب کہ ہم جام و سبو پھر ہم کو کیا
آسماں سے بادۂ گلفام گر برسا کرے

تم آتے ہو، چلے آؤ۔ جاں نثار خاں کے چھتے کی سڑک، خان چند کے کوچے کی سڑک دیکھ جاؤ۔ بلاقی بیگم کے کُوچے کا ڈھنا، جامع مسجد کے گرد ستر ستر گز گول میدان نکلنا سُن جاؤ۔ غالب افسردہ دِل کو دیکھ جاؤ، چلے جاؤ۔ مجتہد العصر میر سرفراز حسین کو دُعا۔ حکیم الملک حکیم میر اشرف علی کو دُعا۔ قطب الملک میر نصیر الدین کو دُعا۔ یوسفِ ہند میر افضل علی کو دُعا۔

غالب

۲/ دسمبر ۱۸۵۹ء

(مکاتیب غالبؔ مرتبہ غلام رسول مہرؔ)



# مشق

غالبؔ نے مراسلہ کو مکالمہ کیسے بنایا؟ وضاحت کریں۔

غالبؔ اپنے کلام کو کیوں ترستا ہے؟

غالبؔ کے خطوط میں اکثر ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی سے پیدا شدہ صورتِ حال کا ذکر ملتا ہے۔ آپ اِس بارے میں کیا جانتے ہیں؟

ان خطوط کی روشنی میں خطوطِ غالب کی خصوصیات لکھیں۔

ان خطوط میں مقفیٰ جملے تلاش کر کے لکھیں۔

دوسرے خط کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیں۔

اپنے دوست کو اپنے علاقے کے حالات کے متعلق خط لکھیں۔